مفترض کی متنفل کے پیچھے نماز کا حکم

مولانا نذیر احمد رحمانی

سوال ... کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ بستی کے ایک شخص نے وہاں کے مصلیوں کے سامنے یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر کسی مسجد میں نماز تراویح جماعت کے ساتھ ہو رہی ہو اور کوئی ایسا شخص جس نے فریضہ عشاء ادا نہیں کیا ہے بہ نیت ادائے فریضہ مسجد میں آتا ہے تو ایسا شخص نماز تراویح باجماعت میں بغرض ادائے فریضہ عشاء شامل ہو جائے اس کے لئے یہ نماز امام متنفل با تراویح کے پیچھے عشاء کی فرض ہو جائے گی اور مسبوق کے ساتھ پڑھنے والے دیگر مصلیان تراویح کی نماز تراویح ہو گی۔

کیا مذکورہ بالا صورت جائز ہو سکتی ہے؟ جواب قرآن و حدیث سے مدلل دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب

امام تراویح کی اقتداء میں فریضہ عشاء کی ادا صحیح ہے یا نہیں؟ بقول علامہ موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ کے یہ مسئلہ اس اصل کی فرع ہے کہ مفترض کے لئے متنفل کی اقتداء صحیح ہے۔ یا نہیں؟ وھذہ فرع علی ائتمام المفترض بالمتنفل (المغنی ۲ ۵۳)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں اس مسئلہ کو اس اصل کے تحت ذکر کیا ہے کہ امام اور ماموم کی نیت میں اختلاف جائز ہے۔ پس جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ امام متنفل کے پیچھے فرض نماز کی اقتداء صحیح ہے اور امام و ماموم کی نیتوں میں اختلاف جائز ہے وہ صورت مسئولہ کو بھی صحیح کہتے ہیں۔ وھو قول عطاء و طاؤس و ابی رجاء' والاوزاعی والشافعی و سلیمان بن حرب و ابی ثور و ابن المنذر و ابی اسحاق الجوزجانی و ھو اصح الروایتین عن احمد' کذا فی المغنی لابن قدامہ۔

ے اور جو لوگ اس اصل کو نہیں مانتے ان کے نزدیک فرض عشاء کی اقتداء امام تراویح کے پیچھے صحیح نہیں' وھو قول الحنفیہ و روایتہ عن مالکؒ و احمدؒ' وروی عن مالک انہ لایجوز متنفل خلف فرض ولافرض خلف نفل ولاخلف فرض آخر کذا فی شرح المہذب للنووی۔ (صفحہ۲۷۱ج۴)

میرے ناقص علم میں دلائل کی رو سے پہلا ہی مسلک راجح اور قوی ہے یعنی مفترض کے لئے متنفل کی اقتداء صحیح ہے اور امام وماموم کی نیتوں میں توافق ضروری نہیں ہے اس لئے عشاء کی نماز امام تراویح کی اقتداء میں پڑھ لینا جائز ہے۔

پہلی دلیل:

یہ حدیث ہے: عن جابر بن عبداللہ ان معاذ بن جبل کان یصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء الاخرۃ ثم یرجع الی قومہ فیصلی بھم تلک الصلوۃ۔ (رواہ مسلم باب القراءۃ فی العشاء صفحہ۱۸۷ج۱)

امام نوویؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: فی ھذا الحدیث جواز صلوۃ المفترض خلف المتنفل لان معاذا کان یصلی الفریضتہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسقط فرضہ ثم یصلی مرۃ ثانیتہ بقومہ ھی لہ تطوع ولھم فریضتہ وقد جاء ھکذا مصرحا بہ فی غیر مسلم۔ انتہی۔

اور حافظ ابن حجرؒ فتح الباری صفحہ۱۵۶ جلد ثانی مطبوعہ مصر باب "اذا طول الامام وکان للرجل حاجتہ فخرج فصلی" کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

واستدل بھذا لحدیث علی صحتہ اقتداء المفترض بالمتنفل بناء علی ان معاذا کان ینوی بالاولی الفرض وبالثانیتہ النفل ویدل علیہ مارواہ عبدالرزاق والشافعی والطحاوی والدارقطنی وغیر ھم من طریق ابن جریج عن عمرو بن دینار عن جابر فی حدیث الباب

زاد هی لہ تطوع ولھم فریضتہ و ھو حدیث صحیح رجالہ رجال الصحیح-انتہی مافی الفتح

"الدرر البہیۃ" اور اس کی شرح "الروضۃ الندیہ" میں ہے:- و یئوم المفترض بالمتنفل والعکس لحدیث معاذ انہ کان یئوم قومہ بعد ان یصلے تلک الصلوۃ خلف النبی صلے اللہ علیہ وسلم و ھو فی الصحیحین و غیرھما و ھذا دلیل علی جواز ذلک لانہ کان متنفلا و ھم مفترضون (صفحہ ۸۰ طبع مصر)

علامہ سندیؒ حاشیہ نسائی میں لکھتے ہیں:- فدلالتہ ھذا الحدیث علے جواز اقتداء المفترض بالمتنفل واضحتہ والجواب عنہ مشکل جدا واجابوا بما لا یتم وقد بسطت الکلام فیہ فے حاشیتہ ابن الھام- انتہی

شیخ ابن تیمیہ صاحب "المنتقی" نے اس حدیث کے مفہوم میں جس معنی کا احتمال پیدا کیا ہے اور اس سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے' امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں اسکی تردید کی ہے- فلیراجع الیہ-

دوسری دلیل:

یہ حدیث ہے: عن ابی بکرۃ قال صلے النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی خوف الظھر فصف بعضھم خلفہ و بعضھم بازاء العدو فصلے رکعتین ثم سلم فانطلق الذین صلوا معہ فوقفوا موقف اصحابھم ثم جاء اولئک فصلوا خلفہ فصلے بھم رکعتین ثم سلم فکانت لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اربعا و لاصحابہ رکعتین رکعتین رواہ ابو داؤد والنسائی والشافعے فی الام عن جابر-

امام شافعیؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:-

والاخرۃ من ھاتین للنبی صلے اللہ علیہ وسلم نافلتہ وللاخرین

فریضتہ' انتہی کتاب الام صفحہ ۱۵۳جزاول

امام ابن قدامہ لکھتے ہیں :- والثانیتہ منهما تقع نافلتہ وقدام بها مفترضین' (المغنی صفحہ ۵۲ج ۲)

امام نووی" شرح مسلم میں لکھتے ہیں :- وکان النبی صلے اللہ الیہ وسلم متنفلا فی الثانیتہ وهم مفترضون واستدل بہ الشافعی واصحابہ علے جواز صلوۃ المفترض خلف المتنفل' (مسلم صفحہ ۲۷۹ج ۱)

حنفیہ جو مفترض کی نماز خلف المتبنفل جائز نہیں کہتے اس حدیث کے جواب سے عاجز ہیں۔ ملا علی قاری کہتے ہیں هذا الحدیث مشکل علینا (فتح الملہم ج دوم)

انور شاہ صاحب" کا قول ہے : قد علمت ان فیہ حجتہ للشافعیہ فی مسئلتہ جواز اقتداء المفترض بالمتبنفل و عجز عن جوابہ مثل الزیلعی وابن الهمام۔ (فیض الباری صفحہ ۱۰۴ج ۴)

اس کے بعد انور شاہ صاحب نے خود اپنی طرف سے ایک جواب دیا ہے جو اہل علم کے نزدیک ایک اچھا خاصا لطیفہ ہے' موقع نہیں ہے کہ ہم اس کو یہاں ذکر کریں۔

علامہ سندی حاشیہ نسائی میں اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:- ولا یخفی انہ یلزم فیہ اقتداء المفترض بالمتنفل قطعا" ولم ارلهم عنہ جوابا" شافیا"' انتہی۔

امام نسائی نے اپنی سنن میں "اختلاف نیتہ الامام والماموم کا ایک باب منعقد کیا ہے اور اسکے تحت میں یہی مذکورہ بالا دونوں حدیثیں روایت کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ جائز ہے۔

امام شافعی" نے کتاب الام میں اس مسئلہ پر قدرے تفصیل سے بحث کی ہے۔ پہلے مذکورہ بالا دونوں مرفوع حدیثیں اپنی سند سے لائے ہیں اس کے بعد بعض صحابہ اور تابعین وغیرہ کے آثار بھی اس کی تائید میں ذکر کئے ہیں پھر نماز کے بہت سے ایسے مسئلوں کی نظیریں

پیش کی ہیں جن میں امام اور ماموم کی نیتوں میں اختلاف ہوتا ہے اور وہ صورتیں دوسروں کے نزدیک بھی صحیح ہیں۔ اسی بحث کے دوران میں امام موصوف نے امام عطاء اور طاؤس کے وہ دونوں اثر بھی نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں تابعین حضرات کے نزدیک عشاء کی نماز امام تراویح کے پیچھے صحیح ہے الفاظ یہ ہیں:۔

"عن ابن جریج ان عطاء کانت تفوته العتمة فیاتی والناس فی القیام فیصلی معهم رکعتین و یبنی علیها رکعتین و انه راه یفعل ذلک و یعتد به من العتمة وعن ابن جریج قال قال انسان لطاوٗس و جدت الناس فی القیام فجعلتها العشاء الاخرة قال اصبت' انتہی۔

(کتاب الام صفحہ ۱۵۳ ج اول)

امام رافعی شرح وجیز میں لکھتے ہیں:۔ ولو صلی العشاء خلف من یصلی التراویح جاز کمافی اقتداء الظهر بالصبح و قد نقله الشافعی رضی الله عنه عن فعل عطاء بن ابی رباح۔ انتہی مختصرا (مجموعہ شرح المہذب صفحہ ۲۷۶ ج ۴)

امام نووی لکھتے ہیں:۔ ولو صلی العشاء خلف التراویح جاز (شرح المہذب صفحہ ۲۷۵ ج ۴)

امام احمد بن حنبلؒ:

سے اس مسئلہ کی بابت دو قول ہیں ایک یہ کہ تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشاء کی نماز جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز نہیں ان دونوں قولوں کو نقل کرنے کے بعد صاحب المغنی کہتے ہیں' وهذه فرع علی ائتمام المفترض بالمتنفل و قد مضی الکلام فیها۔

یعنی یہ مسئلہ دراصل اس مسئلہ کی فرع ہے کہ مفترض کیلئے متنفل کی اقتداء صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس مسئلہ پر پہلے (المغنی میں) گفتگو ہو چکی ہے ..... "اور پہلے جو کچھ گفتگو صاحب المغنی نے کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بھی امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں'

ایک یہ کہ صلاۃ مفترض خلف المتنفل لا تصح و اختارہا اکثر اصحابنا

اور دوسری یہ کہ جائز ہے اور اس دوسری روایت کی تائید میں صاحب المغنی نے حدیثیں نقل کی ہیں اور انہی حدیثوں کی بناء پر اس روایت کی بابت لکھا ہے "وہی اصح" امام ترمذی نے بھی اسی روایت کو امام احمدؒ کا مذہب بتایا ہے۔ تو اب امام احمدؒ کا بھی یہی مسلک قرار پایا کہ مفترض کے لئے متنفل کی اقتداء صحیح ہے اس لئے عشاء کی نماز بھی تراویح پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے۔ (دیکھو المغنی مع الشرح الکبیر طبع اول صفحہ ۵۲ ج ۲)

صاحب سبل السلام اور صاحب فتح العلام اور صاحب الروضۃ الندیہ کی عبارتوں سے بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ (دیکھو سبل السلام صفحہ ۳۰ ج ۲ طبع مصر و فتح العلام صفحہ ۱۷۸ ج ۱ طبع مصر، والروضۃ الندیہ صفحہ ۸۰ طبع مصر)

متاخرین علماء اہلحدیث میں سے حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم نے بھی اس کو جائز لکھا ہے (دیکھو فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۳۸۵ ج ۱)

فتاویٰ ثنائیہ میں حضرت مولانا امرتسری رحمۃ اللہ کے اس فتویٰ کے ساتھ مولانا شرف الدین صاحب دہلوی مدظلہ العالی کا ایک اختلافی نوٹ بھی شائع ہوا ہے۔ میں نے اس نوٹ پر ہرچند غور کیا لیکن اب تک مجھے اس سے تشفی نہیں ہوئی۔ میں اب بھی یہی سمجھ رہا ہوں کہ اس موقع پر فتاویٰ ثنائیہ میں جو سوال مذکور ہے اس کا صحیح جواب وہی ہے جو مولانا امرتسری مرحوم نے اپنے مختصر اور جامع لفظوں میں تحریر فرمایا ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

تنبیہ:

اس ساری گفتگو کے بعد میں آخر میں مستفتی کو یہ بات بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں

کہ تراویح پڑھنے والے کے پیچھے عشاء کی نماز کا پڑھ لینا بس جواز ہی کے درجہ میں ہے یہ کوئی ایسا منصوص اور قطعی مسئلہ نہیں ہے کہ اس کو مستقل طور پر عادتاً معمول بنا لیا جائے۔ کہ جب رمضان شریف میں عشاء کی نماز باجماعت فوت ہو جاتی ہے تو وہ اس کو تراویح ہی کے ساتھ ادا کیا جائے۔ عشاء کی نماز الگ پڑھ کر تراویح میں شامل ہونا بالکل ترک کر دیا جائے تو یہ طریقہ مستحسن نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ عشاء کی نماز کسی ایسے ہی امام کی اقتدا میں ادا کی جائے جو عشاء ہی پڑھ رہا ہو۔ اس کے بعد تراویح میں شامل ہو جائے' امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ امام اور ماموم کی نیتوں میں اختلاف کے مسئلہ پر بحث کرنے کے بعد آخر میں صاف فرماتے ہیں:۔ واحب الی من هذا کلہ ان لا یاتم رجل الا فی صلوۃ مفروضتہ یبتدئانها معاً و تکون نیتهما فی صلوۃ واحدۃ "کتاب الام صفحہ ۱۵۴ ج اول)

یعنی امام اور ماموم کی نیتوں میں اختلاف کی یہ صورتیں جائز ہونے کے باوجود میرے نزدیک ان سب سے بہتر یہی ہے کہ مفترض مقتدی کو کسی ایسے ہی مفترض کی اقتداء میں نماز ادا کرنی چاہئے جس میں امام اور مقتدی دونوں کی نیتیں ایک ہوں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

نذیر احمد رحمانی جامعہ رحمانیہ۔

(بشکریہ ترجمان دہلی)